قصیدہ

مدیح قائم آل محمد امام زمانہ علیہ السلام

لسان الشعراء مولوی سید مجاور حسین نقوی تمنا جائسی

چمن میں آج کی شبنم نے کچھ ایسی دُر افشانی
کہ سچے موتیوں کی آبرو پر پھر گیا پانی

زمانہ آج کی شب چاندنی سے تھا یہ نورانی
چھلک آیا تھا یا ظرف مہ تابندہ سے پانی

نہ جانے پڑ گیا کس کا یہ عکس روئے نورانی
بیاض صبح صادق جو بنی اک ایک پیشانی

رگوں میں خون کو گردش ہوئی دل کی بڑھی قوت
ہوائے خلد سے بدلی ہوائے عالم فانی

چمک ذروں نے پیدا کی خجل ہوکر چھپے تارے
تن مردہ میں جان آئی مِٹی تکلیف روحانی

کھلیں کلیاں ہنسے گل بن گیا آئینہ ہر چشمہ
ہوا جلووں سے موج افزا گہر کا منجمد پانی

بڑھی خنکی ہوئے عشاق کے سینوں میں دل ٹھنڈے
کٹی وہ خیریت سے تھی جو شب فرقت کی طولانی

چمن میں آج جس کو دیکھ کر دل لوٹا جاتا ہے
نہیں معلوم وہ سبزہ ہے یا مخمل ہے کاشانی

ہوا سے بے سبب جنبش نہیں اشجار گلشن کو
یہ شاخیں کررہی ہیں طفل غنچہ کی مگس رانی

عیاں ہے ماہیان سُرخ کا نہروں سے یوں جلوہ
کہ جیسے ظرف بلوریں میں ہوں یاقوت رُمانی

وہ رنگا رنگ گل بکھرے ہوئے تھے فرش سبزہ پر
نظر سمجھی تھی جس کو دور سے قالین ایرانی

اُڑا آہِ دل بلبل سے خون اتنا شبِ فرقت
کہ لاکھوں گل چمن میں ہوگئے تا صبح افشانی

چھپا رنگ لباس ماتمی رنگ مسرت میں
ہوا عکس شفق سے سُرخ وہ سبزہ جو تھا دھانی

چمن میں نخل سنبل پر ہے بیل اک زرد پھولوں کی
کہ بکھرائے کھڑی ہے بال جوگن کوئی مستانی

کچھ ایسی لہر آئی دفعتاً بحر مسرت میں
کہ جا کر چھپ رہی زلف بتاں میں خود پریشانی

ستاروں پر فلک کے اب ہے شک سب کو حبابوں کا
ترقی پر ہے ایسی نور کے دریا کی طغیانی

کھڑے رہ کر چمن میں کیا ملا پھل سروِ گلشن کو
بہت بہتر تھا کی ہوتی کسی کے در کی دربانی

قبائے گل کا دامن ہوگیا گلشن میں صد پارہ
چمن میں آج کی شبنم نے ایسی گوہر افشانی

دکھاتا ہے فلک پر اپنی ضو یہ ابر کا لکّہ
رواں ہے یا سر موج ہوا تخت سلیمانی

مہ کامل سے جو تھا لے گلستاں میں مشابہ ہیں — انھیں میں رات بھر برگ شجر نے چاندنی چھانی
نہ جانے کیوں تھمی یہ بحر میں کیوں چین سا آیا — کہ لے کر موج نے انگڑائی چادر آب کی تانی
رگ گل کو بھی اب چھیڑے کوئی تو ہولہو جاری — ہوئی ہے خون کی جوش نمو سے ایسی ارزانی
چمک پر موج دریا کی ہے یوں اب برق خندہ زن — کسی معشوق کو جیسے ہنسی آتی ہے کھسیانی
چمن میں دیکھوں اب کس سمت دل کھنچتے ہیں اے بلبل — اُدھر ہیں چہچہے تیرے اِدھر میری غزل خوانی
نہیں معلوم وہ گل کون سا دنیا میں پھولا ہے — کیا کرتی ہے نرگس رات دن جس کی نگہبانی
سحر کو باغ کے پھولوں پہ یوں ہیں اوس کے قطرے — ابھی جیسے کہ نکلا ہے برس کر ابر نیسانی
چڑھی ہے بیل یوں بل کھا کے شاخِ گل پہ گلشن میں — کسی نازک کلائی میں ہوں جیسے چوڑیاں دھانی
سنہری ایک چادر لے کے دھوپ آئی گلستاں میں — حسینانِ چمن کی قہر تھی گلشن میں عریانی
وہیں پر قہقہہ زن آج ہے گلزار میں بلبل — اکڑتا ہے جہاں پر دم بدم سروِ دبستانی
کوئی کہہ دے دکھائے نہر کو جلوے نہ آئینہ — کہ جب آیا نہ مصرف میں تو پھر کس کام کا پانی
چمن میں ننھی ننھی بوندیاں یہ آج پڑتی ہیں — ہوا سے اڑ کے یا ہے منتشر فوّاروں کا پانی
اُسی کے چھیڑنے کو دم بدم آتی ہے گلشن میں — ہَوا یوں زلفِ سنبل پر ہوئی ہے آج دیوانی
عجب کیا جو گلے کا طوق اب اپنے بڑھا ڈالے — اسی دن کی وہ تھی منت کہ جو قمری نے تھی مانی
گل باغ نبیؐ کا عشق مجھکو، تجھکو پھولوں کا — بتا بلبل ہوئی دانائی کس سے کس سے نادانی
تمنّا دوسرا مطلع بھی اب پڑھ دو کوئی ایسا — کہ اہل بزم میں اک کیفیت پیدا ہو وجدانی
یہ جس کی ضو پہ بجلی کو ہنسی آئی ہے کھسیانی — وہ برق طور ہے یا حضرت حجتؑ کی پیشانی
تصور میں چڑھا اس درجہ ان کی تیغ کا پانی — کہ آخر دھو گئے ہر قلب سے وسواس شیطانی
یوہیں ہے ربط اب شیعوں کا ہردم عیش وعشرت سے — کہ جیسے متحد آپس میں ہیں اعضائے جسمانی
تجسس میں ترے شب بھر پھرے گا اب نہ اے آقا — جلا کر اپنی مشعل دشت میں غول بیابانی
بندھا ایسا تصور ناگہاں زہریلی نظروں کا — کہ لو شمع سحر کی ہوگئی ہر آنکھ میں دھانی
قریں ان گل سے گالوں کے نہیں آغاز ہے سبزہ — گلابی وہ ہے مہتاب اور دھواں اُٹھا ہے یہ دھانی
ہمیشہ نقش ثانی نقش اول سے جو ہو بہتر — تو پھر کیونکر نہ حضرت کو کہوں میں یوسف ثانی
مرے آقا تمہاری زیست سے سب تو ہوئے شاداں — مگر ہاں بڑھ گئی کچھ اور آئینہ کی حیرانی

اثر کفار پر یہ ہے ترے رعب و جلالت کا
کہ یوں لرزاں ہیں دل ہوں کشتیاں جس طرح طوفانی

تری صورت کشی گر سہل ہوتی اے مرے مولا
چھپا لیتے کفن میں منھ نہ پھر بہزاد اور مانی

قیامت ہے تصور تیرے گھونگھروالے بالوں کا
یہی چکر وہ ہیں جن میں پھنسی ہے عقل انسانی

نہ آئے ذکر تک پھر لحن داؤدی کا دنیا میں
کسی دن سُن لیں جو اہل جہاں تیری خوش الحانی

نگاہ غیظ تیری دیکھ لے تو ایسا بے حس ہو
کہ دب کر شیر قالیں خود بنے شیر نیستانی

کسی دن اتفاقی تو جو اُلٹی سانس لے مولا
تو کھنچ آئے جہاں میں خود ہوائے باغ رضوانی

ہوئی تھی حیدرؑ صفدر کی تو چالیس جا دعوت
مگر مولا تری ہر وقت ہے ہر دل میں مہمانی

امامت کا نہ ہو دنیا میں کیونکر خاتمہ تجھ پر
وہ تیرا جد تھا آقا جو کہ تھا اسلام کا بانی

تری تصویر اے مولا کوئی کھینچے تو کیا کھینچے
سراپا قدرت خالق سراپا نور ربانی

گلابی رُخ کے پرتو سے کہیں تیرے شفق پھولی
کہیں عکس خط عارض سے سبزہ ہوگیا دھانی

شہا اک دن ضروری تیرا جلوہ ہم بھی دیکھیں گے
زیارت لازمی ہے، ہو بمشکل یا بہ آسانی

مرے آقا اسی سے آج تک ہو تم نہاں شاید
کہ نور حق کو دیکھے یہ نہیں ہے تاب انسانی

مہ شعباں کی پندرھویں سحر کو دہر میں آیا
ہمارا بارھواں حاکم علیؑ کا گیارھوں جانی

ترا ذکر ولادت باعث تسکیں ہے اے مولا
ترا اسم گرامی ہے مُزیل درد پنہانی

ترا روئے کتابی ہے کہ ہے اک مصحف ناطق
لکیریں دونوں ہاتھوں کی ہیں یا آیات قرآنی

مرے مولا قدم جو آپ کے ہوتے نہ دنیا میں
تو کب کا غرق ہو جاتا جہاز عالم فانی

مرے مولا نہ رہتی جو تمہاری دید کی حسرت
تو وقت خواب کیوں تن سے نکلتی روح سیلانی

مرے مولا یہ ادنیٰ فیض ہے تیری ولادت کا
جو راحت کی کمی میں دب گئی غم کی فراوانی

امام مہدیؑ ہادی کا یہ روز ولادت ہے
ملک آئے ہیں گردوں سے پئے گہوارہ جنبانی

نبیؐ کا جانشیں اور لخت دل گیارہ اماموں کا
خدا کا خاص بندہ صورت وسیرت میں لا ثانی

یہی وہ ہے کہ ہیں کفار جس کے خوف سے لرزاں
اسی کے ڈر سے دل رستم کا بھی ہے قبر میں پانی

میں سینہ چاک کرکے اپنے دل کو پیش کش کردوں
اگر حضرت یہ کہہ دیں ہے تری مقبول قربانی

مسرت سے ہوا ہر ایک چہرہ آج یوں روشن
کہ وقت صبح آئینے نے صورت تک نہ پہچانی

زیارت مہر نے آج آخر اس چہرے کی کر ہی لی
وہ پوری ہوگئی جو بات ازل سے دل میں تھی ٹھانی

یوہیں مولا اُلٹ دیں بس نقاب اب آپ بھی رُخ سے
کہ جیسے دہر میں اُلٹی تھی اک دن ارض یونانی

گُہر بطنِ صدف میں اس سے آقا منھ چھپائے ہے
کہ بے اذن آپ کے ممکن نہیں ہے آبرو پانی

مرے مولا منافق پھر وہی ہیں جوش میں آئے
بظاہر جو ہیں مرد اور عادتیں جن کی ہیں نسوانی

جہاں خالی جو ہوتا عدل اور انصاف سے تیرے
تو پیتے شیر بکری پھر نہ یوں اک گھاٹ پر پانی

تمنّا بس دعا کے واسطے اب ہاتھ اُٹھاؤ تم
قصیدہ ہوگیا حد سے زیادہ دیکھو طولانی

کہو حضرت سے مولا میری قسمت بن نہیں چکتی
وہ سب میں کر چکا تھیں کوششیں جتنی بھی امکانی

لہٰذا عرض ہے یہ آپ کی خدمت میں اے آقا
گنہ یوں دھویئے دل سے کہ مٹ جائے پریشانی

مرے مولا مری قسمت کا پست ایسا ستارا ہے
کہ تارہ سا کنوئیں کہ تہہ میں چمکے جس طرح پانی

تمنّا پھر نہ ہوتا نام سے بھی اوج کے واقف
تخلص میں آگر اس کے نہ ہوتی تائے فوقانی

غرض یہ ہے کہ اب ایسی مجھے دلوایئے راحت
نہ روحانی کوئی ایذا رہے باقی نہ جسمانی

قصیدہ ۔۔۔ درمدح حضرت ابوالفضل العباسؑ

سید الشعراء مولوی سید محمد حسن نقوی سالکؔ مرحوم

سامنے تصویر ابھری رنگ رخ کیوں کر کھلا
دیکھا جب آئینہ تب آئینے کا جوہر کھلا

کس کے دست نازنیں نے ماہ نو کی شکل میں
رکھ دیا ہے سینۂ افلاک پر خنجر کھلا

کس کے دل میں کیا چھپا تھا ہوگیا سب آشکار
مل گئیں نظروں سے نظریں راز دل اکثر کھلا

آئینہ حیرت کا نظریں بن گئیں صیاد کی
یوں قفس ٹوٹا کہ سب پر زور بال و پر کھلا

ہم گنہگاروں کی نظریں شرم سے جھک جھک گئیں
نامۂ اعمال دیکھا جب سر محشر کھلا

ایک اشک آرزو کی حسن جو قیمت لگائے
رکھ دیا ہے مصر کے بازار میں گوہر کھلا

ہم سے دیوانوں کو لٹ جانے کا کوئی غم نہیں
چھوڑ کر اکثر نکل آئے ہیں اپنا گھر کھلا

کون کرسکتا تھا یوں تفسیر شرح کائنات
اک مرے اشک وفا سے راز بحر و بر کھلا